جماعت خانہ مسجد درگاہ حضرت نظام الدینؒ دہلی

تحقیق کی روشنی میں

صہبا وحید

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ میں اُن کے مزار کے بالکل قریب مغربی رُخ پر ایک خوبصورت مسجد ہے جس کا اسلوبِ تعمیر کسی معمہ سے کم نہیں ہے پہلی بات تو یہ کہ مسجد پوری طرح اسلامی اصولِ تعمیر کے مطابق بنائے جانے کے باوجود، مسجد کے روایتی نقشے کی حامل نہیں ہے اور صرف ایک دالان یعنی بیت الصلوٰۃ ہی پر مشتمل ہے۔ اِس مسجد میں عام مساجد کی طرح شمالی اور جنوبی بازوؤں پر لوانات نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اِس کی تعمیر میں بظاہر دو ادوار کے تعمیری عناصر نظر آتے ہیں جن میں سے ایک خلجی دَور ہے اور دوسرا تغلق دور۔ اور شاید اِنہی عوامل کی وجہ سے آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے درمیان کافی اختلافِ رائے پایا جاتا ہے بیشتر ماہرین اسے علاءالدین خلجی کے عہد کی تعمیر قرار دیتے ہیں، مثلاً شارب کا کہنا ہے کہ وہ یہ بات کہ اسے تغلق کے عہد کی تعمیر کہا جا سکتا ہے، مشکوک ہے مسجد کا وسطی درجہ غالباً علاءالدین کے لڑکے خضر خاں نے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے طور پر بنوایا تھا اگرچہ اُنھوں نے یہاں دفن ہونے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی۔

بغلی درجے شاید محمد بن تغلق نے بنوائے تھے اور انھیں مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔"[1] برسی براؤن نے بھی کم و بیش اسی طرح کی رائے ظاہر کی ہے اور کہا ہے کہ "جماعت خانہ مسجد خلجی روایات کی حامل ہے اور اس لئے ہو سکتا ہے کہ اسے خلجیوں کے دورِ اواخر میں تعمیر کیا گیا ہو۔"[2] برسی براؤن نے اس مسجد کا سنِ تعمیر ۱۳۲۰ء تجویز کیا ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ایک ایپی گرافسٹ ڈاکٹر ضیاء الدین ڈیسائی نے بھی عام رائے کی تقلید میں، جماعت خانہ مسجد کو خلجی عہد کی عمارت قرار دیا ہے۔[3] بستی حضرت نظام الدین اور درگاہ کے لوگ بھی اسے خلجی مسجد ہی کہتے ہیں۔

ان آراء کے برعکس، آغا مہدی حسین اسے سلطان محمد تغلق کی تعمیر قرار دیتے ہیں۔[4] پروفیسر خلیق احمد نظامی کا بھی یہی خیال ہے۔[5] جیسا کہ کہا جا چکا ہے، ان متضاد آراء کی غالب وجہ وہ مختلف عناصر ہیں جو اس مسجد میں نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ایسی روایات بھی مل جاتی ہیں جن میں اس مسجد کی تعمیر کو سلطان علاء الدین خلجی کے لڑکے شہزادہ خضر خاں سے منسوب کیا گیا ہے، مثلاً مولانا جمالی نے جنھوں نے سلطان سکندر لودی سے لیکر بابر اور ہمایوں

۱۔ دیکھئے ایچ شارپ کا مقالہ The Buildings of The Tughlaqs جو جنوری ۱۹۲۲ء انڈین ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن کی میٹنگ نئی دلی میں پڑھا گیا (کلکتہ، ۱۹۲۲ء) ص ۳

۲۔ انڈین آرکی ٹیکچر (اسلامی دور)
(پانچواں ایڈیشن، بمبئی ۱۹۶۸ء) ص ۱۸، پلیٹ ۱، تصویر ۳۔

۳۔ Mosques of India (پبلیکیشنز ڈویژن، حکومتِ ہند ۱۹۷۱) ص ۲۳

۴۔ Rise and Fall of Muhammad Bin Tughlaq ص ۱۴۱، اور Tughlaq Dynasty ص ۲۴۲، ر

۵۔ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۰۷ (اشارہ ۱۰)

ہمک کا زمانہ دیکھا تھا، اپنی تصنیف "سیر العارفین" میں لکھا ہے کہ "و ایں عمارت عالی کہ مقبرۂ حضرت شیخ در صحنِ وے واقع است، ساختہ خضر خاں است"[1] یعنی یہ عمارت عالی (مسجد) کہ جس کے صحن میں حضرت شیخ کا مقبرہ ہے، خضر خاں کی بنوائی ہوئی ہے۔

مولانا جمالی کے برعکس، امیر خورد نے، جنہیں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا تلمذ حاصل تھا، اپنی تصنیف "سیر الاولیا" میں لکھا ہے کہ "آنجا کہ روضۂ متبرکہ سلطان المشائخؒ است سلطان محمد بن تغلق بر روضۂ متبرکہ سلطان المشائخؒ گنبد عمارت کنانید و حق جل و علی بر سلطان المشائخ حظیرہ با عمارت ہائے رفیع بے نظیر و گنبد ہائے فلک رفعت کہ در لطافت و صفائی آں در اقصائے عالم کسے تمثال نداد از غیب مرتب گردانید"[2]

مولانا جمالی کے مقابلہ میں امیر خورد کی روایت زیادہ معتبر ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اس وقت روضہ اور جماعت خانہ مسجد ہے، وہاں پہلے صحرا تھا۔ امیر خورد کی اسی روایت میں آگے چل کر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے کسی عمارت کے نیچے دفن ہونے کی بجائے کسی صحرا میں آسودہ ہونے کو ترجیح دی تھی۔ اس کی مز[ید] تصدیق "فتوحات فیروز شاہی" سے بھی ہوتی ہے جس میں فیروز تغلق نے واضح طور پر کہا ہے کہ "و در ہائے گنبد و جعفری ہائے مقبرۂ سلطان المشائخ حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز ہم از صندل ساختہ و قندیل ہائے زریں با زنجیر ہائے زر در چہار زاویہ کنج گنبد آویختہ، و جماعت خانۂ جدید بنا کردہ کہ آں جا پیش ازیں آں جا[ئے] نہ بودہ"[3]

---

[1] سیر العارفین، (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ) ص ۴۷

[2] سیر الاولیا، (چرنجی لال ایڈیشن دہلی ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء) ص ۱۵۴۔

[3] فتوحات فیروز شاہی (بہ تصحیح شیخ عبد الرشید ایم اے مخدومی علی گڈھ) ص ۴۲۔

خیر الاولیاء اور فتوحات فیروز شاہی کی اِن دو روایات سے پرسی براؤن اور اس کے دیگر مؤیدین کی رائے غلط ہو جاتی ہے۔ اِن روایات کے علاوہ دیگر تاریخی واقعات سے بھی پرسی براؤن کے خیال کی تردید کی جاسکتی ہے، مثلاً اگر ہم پرسی براؤن کا بھی بیان کردہ سن تعمیر ۱۳۲۰ء تسلیم کرلیں تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ جماعت خانہ مسجد آخری خلجی فرماں روا، مبارک خلجی کے عہد میں تعمیر کی گئی تھی اور یہ مفروضہ، واقعاتی شہادتوں کی روشنی میں باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مبارک خلجی، سلطان المشائخ کے درپے آزار رہا تھا چہ جائیکہ وہ اُن کے لئے جماعت خانہ تعمیر کرتا۔ رہی آغا مہدی حسین یا پروفیسر خلیق احمد نظامی کی رائے تو ہم اسے بھی تسلیم کرنے سے معذور ہیں اس لئے کہ امیر خورد نے صرف مقبرے کی تعمیر محمد تغلق سے منسوب کی ہے، مسجد کی نہیں جماعت خانہ مسجد کے موجودہ محل وقوع سے بھی ان دونوں آراء کی تردید کی جاسکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ یہ مسجد روایتی نقشے کی حامل نہیں ہے یعنی اس میں لوازمات نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ مسجد سلطان المشائخ کے مقبرے کے عین عقب میں ہے جس سے لوازمات کی تعمیر کے لئے گنجائش نکالنا مشکل تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقبرہ پہلے تعمیر ہوا اور مسجد بعد میں۔ لہٰذہ درست بات یہ ہے کہ جماعت خانہ مسجد بہت بعد میں فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ہے۔

جماعت خانہ مسجد کے بارے میں مغالطہ دراصل اس لئے پیدا ہوا کہ سیر الاولیاء میں سلطان المشائخ کی زندگی کے بارے میں واقعات "التزام وقت" کے ساتھ بیان نہیں کئے گئے ہیں لیکن اگر ہم اِن واقعات کا "خیر المجالس" کی روشنی میں تجزیہ کریں تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں اور اصل جماعت خانہ کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ اصل جماعت خانہ دریائے جمنا کے کنارے کیلوکھری میں تھا۔[۹] اس جماعت خانہ کی دہلیز کیلوکھری کی جامع مسجد کے متصل تھی جیسے

---

۹ خیر المجالس، مرتبہ حمید قلندر (بہ تصحیح خلیق احمد نظامی، علی گڑھ) ص ۲۸۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سلطان معز الدین کیقباد نے تعمیر کرایا تھا۔ اس مسجد کا شمالی در، دریائے جمنا کے رُخ پر تھا اور سلطان المشائخ مسجد کے جنوبی در کے قریب نماز ادا کرتے تھے[11]۔ ان شواہد کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ اصل جماعت خانہ، کیلوکھری میں اس جگہ تھا جہاں آج کل ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ مقبرۂ ہمایوں کے احاطہ کے شمال مشرقی گوشہ میں ایک شکستہ مسجد اور ایک دو منزلہ مکان کے آثار ملتے ہیں۔ یہی آثار حضرت سلطان المشائخ کی چلہ گاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مکان کی بارہا تجدید کی گئی ہے جس سے اصل نقشے کا اندازہ کرنا مشکل ہے[12]۔ تاہم کیقبادی مسجد اور ان آثار کے محل وقوع کو دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل جماعت خانہ یہی تھا اور شاید اسے ہی علاء الدین کے لڑکے خضر خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ جماعت خانہ ایک مستطیل عمارت تھی[13] اور اس کی چھت اونچے ستونوں پر قائم تھی[14]۔ عمارت کے بالائے بام حضرتِ شیخ کا حجرۂ خاص تھا[15] جہاں وہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ اسی جماعت خانہ میں حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے سلطان المشائخ سے ملاقات کی تھی اور اسی کے ایک گوشہ میں وہ بھی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے[16]۔ یہ جماعت خانہ، غیاث پور میں سلطان المشائخ کی قیام گاہ سے ڈیڑھ دو میل دور تھا کیونکہ سلطان المشائخ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے غیاث پور سے پیادہ پا کیلوکھری میں واقع جامع معزی آیا کرتے تھے[17] اور جب یہ جماعت خانہ بن کر تیار ہو گیا تو وہاں منتقل ہو گئے۔

باقی ص۶ ۔ [10] ایضاً ص ۱۱ ۔ [11] سیر الاولیاء ص ۔ [12] ۱۵۴ ۔ مکان کی مرمت غالباً اکبر کے دور میں کی گئی تھی کیوں کہ اس کی بعض خصوصیات مغل اسلوب کی عکاس ہیں۔ [13] سیر الاولیا ص ۱۵۴ ۔ [14] ایضاً ص ۱۲۶ ۔ [15] ایضاً ص ۲۳۸ ۔ خیر المجالس ص ۲۸۳ ۔ [16] خیر المجالس ص ۲۸۳ ۔ [17] سیر الاولیاء ص ۱۴۴ ۔ خیر المجالس ص ۱۲۶

سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں اِسی جماعت خانہ میں مجلسیں ہوتی تھیں[۱۸]۔ اِن تمام تفاصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جماعت خانہ موجودہ جماعت خانہ مسجد سے قطعاً مختلف عمارت تھی۔ اب ذرا ایک نظر موجودہ جماعت خانہ مسجد کے طرزِ تعمیر پر بھی ڈال لی جائے۔

جماعت خانہ مسجد تین درجوں پر مشتمل ایک مستطیل عمارت ہے جو ۹۴ فٹ طویل ۴۴ فٹ عریض اور ۳۶ فٹ بلند ہے۔ وسطی درجہ ۳۶ فٹ ۶ انچ فی ضلع کا مربع دالان ہے اور اِسی کی تعمیر پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اِس درجے کی صدر دیوار میں پیش طاق ہے جس کی محراب تاج میں کچھ حد تک نکیلی اور سہرہ دار ہے۔ محراب کا یہ نکیلا پن اصطلاحاً "اوگی" (ogee) خم کہلاتا ہے۔ اُردو میں ایسے خم کو آمنی جھکا کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شکل اُلٹے آم سے ملتی جلتی ہے[۱۹]۔ پیش طاق کے دونوں طرف گہری محرابیں بنی ہیں اور بائیں طرف سنگِ مرمر کا منبر ہے جو ۵۲ سال پہلے تعمیر کیا گیا تھا کیوں کہ اِس پر لکھا ہوا ہے "سبز مسجدِ خلجی ۱۳۵۲ھ"۔

وسطی درجہ کی شمالی اور جنوبی دیواروں میں دو بڑی پھیلے ہوئے دہن کی دیوار دوز محرابیں بنی ہیں جن کا تاج بھی اوگی طرز کا ہے البتہ زیریں جانب یہ محرابیں، متساوی الاضلاع یعنی ٹیوڈر طرز کی ہوگئی ہیں۔ ان دیوار دوز محرابوں کے دونوں طرف دو دو محرابی در بنے ہوئے ہیں جو بغلی درجوں میں کھلتے ہیں۔

وسطی درجہ کی شرقی دیوار میں ۱۵ فٹ بلند محرابی دروازہ ہے۔ یہ محرابی در زفرف[۲۰] یعنی

---

[۱۸] سیر الاولیا ص ۳۰۱۔ [۱۹] اصطلاح کے لئے دیکھئے، فرہنگ اصطلاحاتِ پیشہ وراں جلد ۱ (انجمن ترقی اُردو دہلی ۱۹۳۹ء) ص ۱۰۱۔ [۲۰] طاق بدوطاق کے لئے میں نے یہ اصطلاح امیر خسرو کے اس شعر سے اخذ کی ہے:-

(باقی اگلے صفحہ پر)

طاق در طاق بنا ہوا ہے محرابی در کے بالائی جانب، بستے[21] میں سنگ سرخ کی جالی لگی ہوئی ہے۔ دروازے کے اغل بغل میں محرابی کھڑکیاں ہیں اور ان میں بھی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دروازہ تغلق دور کے طرزِ تعمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ اسے ایک مستطیل کے اندر دیوار سے ذرا آگے بڑھا کر بنایا گیا ہے اور اس کی کمان بھی پھیلے ہوئے دہن کی ہے۔ ایسے دروازے کو اصطلاحاً تاج دار دروازہ کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ تاجدار دروازوں کی تعمیر ہندی اسلامی فنِ تعمیر میں سب سے پہلے فیروز تغلق کے زمانہ ہی میں شروع ہوئی۔ فیروز کے عہد سے پہلے ایسے دروازے نظر نہیں آتے۔ اِس دروازے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ پاکھوں میں سنگِ سرخ کے چوکور ستون، اِن ستونوں پر گل تھرے اور اِن کے اوپر سنگِ سرخ ہی کی سردل ہے سردل کے اوپر بستہ ہیں، جیسا کہ کہا جا چکا ہے، جالی لگی ہوئی ہے۔

تمام محرابوں اور محرابی دروں میں سہرے اور مرغولوں پر پٹے بنے ہوئے ہیں۔ البتہ پیش طاق کی مرغول پر دائیں اور بائیں، پٹوں کی جگہ چمکدار ڈائل کی گھڑیاں لگا دی گئی ہیں جو ظاہر ہے کہ حال کا اضافہ ہیں۔

لیکن وسطی درجہ کا اہم ترین پہلو، مرحلۂ عبور کا طریقہ ہے کیسی عمارت کی تعمیر کا اہم ترین فنی پہلو یہی ہوتا ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ گنبد کی تعمیر کے لئے کیا تدبیر کی گئی ہے۔ جماعت خانہ مسجد میں گنبد کی تعمیر کے لئے مربع دالان کے چاروں گوشوں پر طاق در طاق بھوائی ڈاٹیں بنائی گئی ہیں بالکل اسی طرح جیسی علائی دروازے میں نظر آتی ہیں اور اِس طرح مربع کو مثمن میں تبدیل کر دیا گیا ہے، مثمن کے ہر گوشہ پر گل تھرے بنے ہوئے ہیں، اِن گل تھروں پر پتھر کے

پچھلے صفحہ سے آگے ۔۔ بر سر ہر کوز برزگاں صفہ درد رفِ ہر خانہ نہاں رفرفے ۔ (قرآن السعدین ص۔ ۳۰) رف سے مراد طاق ہے۔ [21] بستہ سے مراد دروازے کی چوکھٹ اور محرابی گولائی کے درمیان جگہ ہے۔ انگریزی میں Tympanum کہا جاتا ہے۔

ترچھے کہتیر گردنے رکھ کر سولہ اضلاع والی شکل قائم کی گئی ہے اور اس سولہ اضلاع والی شکل کے ہر زاویہ سے دوسرے زاویہ تک آیاتِ قرآنی کی کئی پٹیاں ہیں اور پھر گنبد کا نچلا کنارہ ہے۔ اِس کے اوپر ایک کاسہ نما گنبد ہے جو ۱۲ فٹ بلند ہے۔ اِس گنبد کے محیط میں ۸ طاق بنے ہوئے ہیں جن میں ۴ طاق بند ہیں اور باقی چار میں جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مرحلۂ عبور کے اِس طریقہ سے معلوم ہو جائے گا کہ پھوائی ڈاٹوں اور گنبد کے درمیان ایک زائد درجہ تعمیر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ۵۲ فٹ قطر اور ۱۲ فٹ بلندی کا گنبد تعمیر کرنا ممکن ہو سکا ہے۔ یہ زائد درجہ، دراصل گنبد کا ڈھولنا Drum ہے۔

وسطی درجہ یعنی گیبھہ کے شمال اور جنوب میں دو درجے ہیں۔ وسطی درجہ پوری طرح سنگِ سُرخ کی تعمیر ہے جبکہ شمالی اور جنوبی درجے، پتھر اور گچ سے بنے ہوئے ہیں جن پر استرکاری ہے۔ اِن دونوں درجوں کی چھت، گیبھہ کی چھت سے چھ فٹ پست ہے، یہ دونوں دالبے ۵۳×۱۵ فیٹ کے مستطیل ہیں۔ مشرقی رُخ پر پیکار کی بلندی تک سنگِ سُرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں جن کے وسط میں چھوٹے دروازے بنائے گئے ہیں۔ اِن دونوں درجوں کے بیچوں بیچ شمالاً جنوباً بہت بڑے کمانی در ہیں جن سے ہر درجہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ مغربی دیواروں میں پھیلی ہوئی دیوار دوز محرابیں ہیں اور اِن محرابوں کے بالائی جانب سہ کنگوری (ترفیل TREFOIL) روشندان ہیں جن کا تاج، اوگی طرز کا ہے۔ بیچ کے کمانی دروں اور دیوار دوز محرابوں کی وجہ سے بغلی درجوں کے ہر حصے میں بالائی جانب مثلث بن گئے ہیں۔ ایسے مثلثوں کو اصطلاح میں آویزہ (PENDENTIVE) کہا جاتا ہے اِن آویزوں پر ہر حصے میں گنبد کی نشست رکھی گئی ہے۔ اِس طرح دونوں بغلی درجوں پر دو دو گنبد ہیں اور مسجد کے گنبدوں کی کل تعداد پانچ ہے لیکن یہ چاروں گنبد گیبھہ کے گنبد سے چھوٹے ہیں اگرچہ اِن کی وضع بھی ویسی ہی پیالہ نما ہے۔ اِن چاروں گنبدوں کے تعریم مختلف رنگوں پر مشتمل گلکاری کے بد و رطشت، استرکاری میں بنے ہوئے ہیں۔

(اس مضمون کا بقیہ قسط ستمبر ۸۵ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)